ڈارون اور شاہ ولی اللہ کے نظریہ ہائے ارتقاء کا تقابلی مطالعہ

الطاف حسین لنگڑیال☆

مہتاب زہرہ☆

ABSTRACT

Charles Darvin is a very much famous and known as Biological scientist. He was born in Shews Bury England on February 12,1802. After graduation he had appointed as Naturalist for H.M..S. Beagle Ship. On his foreign visit on the said ship during 1831 to 1836 he learned more above nature and at the end of his visit he had presented his renowned "Theory of Evolution" in his book "Origin of Species" on 1858 with collaboration of Mr. Wales. The basic points of his theory are as under ;

All the living species including botanicals, animals, birds and human being , use the resources of the nature according to their abilities.

All these have ability to progenerate fastly. However a very little number can exists due to the shortage of space, food and resources.

There is a competition of beat or defeat.

Who can adjust themselves in the new atmosphere and environment, have a much ability to live and exist

The varitation between species is due to genetic difference .These species in their succession or generation after generation can produced such the species which might be different to their forefathers and this is called Evolution.

Finally he says in his book "The Descent of Man" that the beginning of every live is the same including the human being. The human being is the developed kind of the animals like monkey.

☆ لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

تعارف و پس منظر:

علوم وفنون کی دنیا میں ڈارون اور شاہ ولی اللہ کے نام کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ڈارون یورپ کی نشاۃ الثانیہ کے دور میں مظاہر فطرت کا مشاہدہ و تجزیہ کار تھا۔اس نے کئی ایک نئے سائنسی نظریات متعارف کروائے۔جبکہ شاہ ولی اللہ ہندوستان میں طوائف الملوکی کے عہد میں دینی، معاشی اور عمرانی علوم کے نابغۂ روزگار ماہر اور مصلح تھے۔

چارلس ڈارون (Charles Darvin) انگلینڈ کے شہر شریوز بری (Shrewsbury) میں 12 فروری 1802ء کو پیدا ہوا (1)۔ابتدائی تعلیم کے بعد اس نے پادری بننے کی خاطر مذہبی تعلیم کے حصول کیلئے کیمرج میں داخلہ لیا (2)۔تاہم اس کا خصوصی میلان طبع مطالعہ فطرت (Natural History) اور نباتات تھا (3)۔چنانچہ اس کے اس ذوق کی تکمیل اس وقت ہوئی جب گریجویشن کے بعد اسے سیاحت کی غرض سے غیر ممالک میں جانے والے بحری جہاز بیگل (H.M.S.Beagle) پر بطور (Naturalist) نامزد کیا گیا (4)۔دنیا بھر کے مختلف سمندروں، جزیروں اور ممالک کے سفر کے دوران فوسلز، جانوروں اور پرندوں کی مختلف اقسام اور نباتات و جمادات کے مشاہدات کر کے پانچ سال بعد جب واپس انگلینڈ پہنچا تو وہ ایک بدلا ہوا غیر مذہبی ڈارون تھا (5)۔اس کے کچھ عرصہ بعد اس نے اپنی کتاب (Origin of Species) میں اپنا مشہور زمانہ نظریہ "نظریہ ارتقاء" "EvolutionTheory of" پیش کیا (6)۔

ڈارون کو اپنے عہد میں سخت مخالفت اور چرچ کی طرف سے مقدمات کا سامنا کرنا پڑا (7)۔تاہم اس نے اپنے ہم عصر اہل علم میں بہت شہرت پائی اور اب تک ماہرین، دانشور اور سائنس دان اس کے مشاہدات اور تحقیق کے معترف ہیں۔اگرچہ اس کے بیشتر نظریات کو خود سائنس دانوں نے غلط ثابت کر دیا ہے لیکن آج بھی اس کو سائنس کے میدان میں ایک مستند حوالہ سمجھا جاتا ہے۔

قطب الدین احمد المعروف شاہ ولی اللہ، ڈارون سے تقریباً ایک سو سال قبل ہندوستان میں یوپی ضلع مظفر نگر کے قصبہ پھلت میں 1703ء بمطابق شوال 1114ھ کو پیدا ہوئے (8)۔آپ کے والد گرامی عبدالرحیم فتاویٰ عالمگیری کے مصنفین میں سے ایک تھے (9)۔انہوں نے پندرہ سال کی عمر تک تمام علوم نقلیہ و عقلیہ میں مہارت حاصل کر لی (10)۔والد کی وفات کے بعد سترہ سال کی عمر میں اپنے والد کے مدرسہ "رحیمیہ" میں مسند تدریس سنبھالی (11)۔اور اس دوران مختلف علوم وفنون میں گہرے غور وفکر کا موقع ملا (12)۔بارہ سالہ تدریس کے بعد 1731ء میں سفر حج کے دوران قیام مکہ و مدینہ میں مختلف مشائخ حرمین

سے فیوض وعلوم اور روایت حدیث کا شرف حاصل کیا(13)۔اس سفر کے بعد وہ ہندوستان اور ملتِ اسلامیہ کے عظیم مفکر اور مصلح کے روپ میں سامنے آئے اور عملی طور پر ہندوستان کے مذہبی، معاشرتی اور سیاسی حالات پر اثر انداز ہوئے(14)۔اسی سفر کے بعد انہوں نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "حجۃ اللہ البالغۃ" تصنیف کی جوان کے غور وفکر کا نچوڑ اور علوم وفنون کا خزانہ ہے۔اسی میں انہوں نے اپنا معروف نظریہ "نظریہ ارتفاقات" پیش کیا جسے ان کے نظریہ ارتقاء سے تعبیر کیا جاتا ہے(15)۔انہوں نے کائنات کے وجود پذیر ہونے کے بعد اس کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ انسان کی پیدائش کے مراحل پر بھی روشنی ڈالی ہے(16)۔

شاہ ولی اللہ کو ان کی جدت پسندی کی وجہ سے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ان پر قاتلانہ حملہ ہوا اور آخری عمر میں مغل دربار کے آخری امیر نجف علی خان، جس کا دہلی پر تسلط ہو گیا تھا، نے ان کے پہونچے بھی اتروا دیئے(17)۔تاہم انہوں نے اپنے عہد کے علماء میں بہت عزت اور مقام حاصل کیا۔ان کے علمی تفوق کو ان کے زمانے میں بھی مانا گیا اور عصرِ حاضر میں بھی ان کے نظریات کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور انہیں عمرانی و دینی میدان میں اتھارٹی مانا جاتا ہے۔

ماضی میں ڈارون کے نظریہ ارتقاء سے ملتے جلتے خیالات ابن مسکویہ بھی پیش کر چکے ہیں۔اور شاہ ولی اللہ کے "ارتفاقات" جیسے نکات "مقدمہ ابن خلدون" اور "تاریخ مسعودی" میں بھی دستیاب ہیں اور کئی ایک مغربی مفکرین نے بھی پیش کیے ہیں۔مگر جو شہرت ان دونوں مفکرین اور ان کے نظریات کو حاصل ہوئی ہے وہ کم ہی کسی کے حصے میں آئی۔چنانچہ ان دونوں مفکرین کے نظریہ ہائے ارتقاء کا تقابل اسلامی، عمرانی اور سائنسی علوم کے طلباء کی دلچسپی کا باعث ہوگا اور اس سے انسان کی پیدائش کے مراحل کی حقیقی صورتحال سے آگاہی حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی معاشرتی حیثیت واہمیت نیز ذمہ داریوں کو سمجھنے کا موقع میسر آئے گا۔

ڈارون کا نظریہ ارتقاء

ڈارون 1831ء سے لے کر 1836ء تک مسلسل سفر میں رہا۔اس سفر میں اس نے فطرت کا بغور مشاہدہ کیا اور بالآخر 1858ء کو ویلس کے ساتھ مل کر نظریہ ارتقاء پیش کیا۔

نظریہ ارتقاء کے بنیادی نکات:

ڈارون کے نظریہ ارتقاء کے درج ذیل بنیادی نکات ہیں:

۱: آبادی میں شامل تمام جاندار (جس میں جانور، پودے اور انسان شامل ہیں) فطرت میں موجود وسائل کو استعمال کرنے کیلئے مختلف صلاحیتیں رکھتے ہیں۔

۲: تمام جانداروں میں بڑھوتری کا عمل بہت تیز ہوتا ہے۔ اگر اس عمل کو روکا نہ جائے تو یہ جاندار اس سے کہیں زیادہ بچے پیدا کر سکتے ہیں۔ جتنے محدود جگہ، خوراک اور حفاظت کی وجہ سے زندہ رہ سکتے ہیں۔

۳: بڑھوتری کا عمل تیز ہونے اور زندہ رہنے کے کم مواقع کی وجہ سے ''مارو یا مرجاؤ'' کے اصول کو اپنا لیا جاتا ہے اور روشنی، پانی، خوراک اور جگہ کے حصول کی خاطر مقابلہ شروع ہو جاتا ہے۔

۴: جو جاندار اپنے آپ کو کسی نئے ماحول میں ڈھال سکتے ہیں ان میں زندہ رہنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے اور یہی جاندار مستقبل میں اپنی نسل کو جاری رکھ سکتے ہیں۔

۵: جانداروں کے درمیان کچھ امتیاز (Varitation) جنیاتی فرق (Genetic Difference) کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے یہ موروثی ہوتا ہے۔ یہ زندہ رہنے والے جاندار بہت سی نسلوں کے بعد ایسے جانداروں کو جنم دیتے ہیں۔ جن کی جنیاتی ساخت آباؤ اجداد سے مختلف ہوتی ہے۔ اسے ارتقاء (Evolution) کہتے ہیں۔(18)

نظریہ ارتقاء کے تجرباتی ثبوت:

ڈارون نے اپنی کتاب ''The Origin of Species'' میں کہا کہ تمام زندہ رو جو زمین پر موجود ہیں دراصل ایک ہی جد سے پیدا ہوئے۔ اس کتاب میں اس نے بہت سے حقائق بیان کیے ہیں جسے صرف نامیاتی ارتقاء کے نظریہ سے واضح کیا جاتا ہے۔ نامیاتی ارتقاء کے حق میں اس نے کئی ثبوت پیش کیے جو درج ذیل ہیں:

ا۔ درجہ بندی:

جانور مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں اور ہر گروہ کی اپنی خصوصیات ہیں۔ گروہ بنانے سے پہلے کچھ اصولوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ مثلاً عام پرندوں کو پرندوں کی کلاس ''Class Aves'' میں رکھا جاتا ہے کیونکہ ان کے جسم پروں سے ڈھکے ہوئے ہوتے ہیں اور یہ خصوصیت کسی دوسرے گروہ کے جانوروں میں نہیں پائی جاتی۔ اسی طرح انسان، بندر، گائے، بھینس، کنگرو، چیونٹی خور ''Ant Eater''، گھوڑے اور شیر کو ایک ہی گروہ میں رکھا جاتا ہے کیونکہ اس سب میں ''پستان'' پائے جاتے ہیں۔ اس گروہ کو ممالیہ ''Mammals'' کہا جاتا ہے۔ لیکن مینڈک، مچھلی، کرلے، کوئے اور انسان کو بھی ایک ہی بڑے گروہ

میں رکھا جا سکتا ہے۔ اس گروہ کو کارڈیٹا ''Chordata'' کہا جاتا ہے۔

اس گروہ کے خواص یہ ہیں:

- یہ ریڑھ کی ہڈی رکھتے ہیں۔
- مرکزی نظام اعصاب ہوتا ہے۔
- گلپھڑے (جنین) ملتے جلتے ہیں۔

یہ بنیادی خواص جو چند جانوروں میں مشترک ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام کسی ایسے مبداء سے نکلے ہیں جن میں یہ خواص لازماً ہوں گے۔ اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ کوئے، بندر، مچھلی اور آدمی وغیرہ کا مبداء ایک ہی ہے۔(19)

۲۔ اعضاء میں بنیادی یکسانیت:

ہر گروہ کے جانوروں کے خواص دوسرے گروہ کے جانوروں کے خواص سے مختلف ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں کچھ یکسانیت بھی ہوتی ہے۔ مثلاً اگر ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں (Vertebrate) کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مختلف جانوروں میں اگلے ہاتھ (Fore-Limb) مختلف حالتوں میں اس طرح تبدیل ہو گئے کہ جانور اپنے آپ کو اپنے ماحول کی مناسبت سے رکھنے میں آسانی محسوس کرتے ہیں مگر ان کی بنیادی ساخت ہر حالت میں ایک ہی ہے۔ مثلاً پرندوں میں یہ پروں اور مچھلیوں میں یہ جھالروں (Flippers) میں تبدیل ہو گئے تاکہ پرندے ہوا میں اڑ سکیں اور مچھلیاں پانی میں تیر سکیں۔ اگر ان جانوروں کے اگلے ہاتھوں کی بنیادی ساخت کو دیکھا جائے تو درج ذیل باتیں سامنے آئیں گی۔

- بالائی ہاتھ ایک لمبی ہڈی پر مشتمل ہے۔
- نچلا بازو (Fore-Arm) دو لمبی ہڈیوں پر مشتمل ہے۔
- کلائی چھوٹی ہڈیوں پر مشتمل ہے۔
- ہتھیلی (Palm) لمبی ہڈیوں پر مشتمل ہے۔
- انگلیاں چھوٹی ہڈیوں پر مشتمل ہیں۔

اسی طرح کا انداز نظام خون، نظام افزائش، نظام عضلات اور نظام انہضام میں بھی ملتا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان تمام جانوروں کا مبداء ایک ہی ہے۔(20)

۳۔ بائیو کمسٹری:

مختلف جانوروں کی بائیو کیمسٹری میں کافی حد تک مشابہت پائی جاتی ہے۔ پروٹین میں امائینو ایسڈ (Amino Acid) کی ترتیب، DNA اور RNA کے اجزاء میں مماثلت بھی یہ بات واضح کرتی ہے کہ تمام جاندار ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی طرح ریڑھ کی ہڈی والے جانور (Vertebgrate) ایک جیسے یا ملتے جلتے ہارمونز رکھتے ہیں۔ اس مشابہت کی وجہ ان کا ایک ہی جد سے ہونا ہے۔(21)

۴۔ فالتو اعضاء:

کئی جانور کچھ ایسے اعضاء رکھتے ہیں جن کا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ ایسے اعضاء کو (Vestigial) کہا جاتا ہے۔ نظریہ ارتقاء سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ یہ اعضاء جن جانوروں میں ملتے ہیں ان کے آباءاجداد میں یہ کام بھی کرتے تھے مگر جوں جوں ارتقاء ہوتا گیا ان کا کام بھی ماحول کی تبدیلی کی وجہ سے ختم ہوتا گیا اور یہ اپنی بے مقصد حالت میں باقی ہیں۔ ان کی مثالیں درج ذیل ہیں:

- کیوی (Apteryx) ایک پرندہ ہے۔ یہ اڑ نہیں سکتا کیونکہ اس کے پر بہت چھوٹے ہیں۔ اس لئے یہ پرندہ بغیر پروں کے نظر آتا ہے۔ ان چھوٹے پروں کا کوئی فائدہ نہیں لیکن کبوتر کے پر چونکہ بڑے ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ اڑ سکتا ہے۔ اس لئے کہ کہا جا سکتا ہے کہ کیوی پرندوں کے اقتاء کے دوران پیچھے رہ گیا تھا۔ اس لئے اس کے پر چھوٹے اور ناکارہ ہیں۔
- سانپوں میں ہاتھ پیر نہیں ہوتے لیکن ایک سانپ جو (Python) کہلاتا ہے اس کے ہاتھ اور پیر مختصر طور پر نظر آتے ہیں۔ اس سانپ کو ان ہڈیوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ لیکن ان ہڈیوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سانپ کسی ایسے جانور کی ارتقائی شکل ہے جس میں یہ ہڈیاں ہونگی اور وہ کارآمد ہونگی جیسے کرلے (Lizard) وغیرہ۔ مگر جب انہوں نے رینگنا شروع کیا تو انہیں ہاتھوں اور پیروں کی کوئی ضرورت ہی نہ رہی۔ اس طرح جب ہاتھوں اور پیروں کا کوئی مقصد نہ رہا تو یہ چھوٹے ہوتے ہوتے آخرکار ختم ہو گئے۔
- وہیل مچھلی کی ایک قسم (Balaenoptera) ہے۔ جب یہ اپنی جنیاتی حالت (Embryo Form) ہوتی ہے تو اس کے دانت ہوتے ہیں مگر جب یہ پیدا ہوتی ہے تو اس کے دانت گر جاتے ہیں۔ یہ بات ثابت کرتی ہے کہ ان مچھلیوں کے آباؤاجداد ایسے ہونگے جن کے دانت جوانی میں بھی قائم رہتے ہونگے۔

◈ انسانی جسم میں ایسے اعضاء کی تعداد تقریباً 180 ہے جو کہ انسان کیلئے بیکار ہیں۔ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

☆ انسانی میں دم کی ہڈی ہے لیکن دم نہیں ہے۔

☆ انسانی جسم میں اپنڈکس ہے جو کہ کوئی مفید کام نہیں کرتی۔

☆ انسان کی آنکھ میں تیسرا پپوٹہ ہے لیکن اسے حرکت نہیں دی جاسکتی۔

☆ انسان اپنے بیرونی کان ہلا جلا نہیں سکتا۔اس کے کان کے بھی وہی عضلات ہیں جو دوسرے جانوروں کے کانوں کے ہیں۔(22)

۵۔ جنیاتی دلائل:

کچھ جاندار جو کہ دو مختلف گروہوں سے تعلق رکھتے ہیں جنیاتی حالت میں ایک دوسرے سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے ہیں اور اپنی نشو ونما کے مختلف مراحل میں ایک دوسرے سے حیرت انگیز طور پر ملتے جلتے ہیں۔مثلاً اگر شارک مچھلی، کبوتر، چھپکلی، خرگوش، بندر اور آدمی کے جنین کو غور سے دیکھا جائے تو بات معلوم ہوگی کہ ان کی ساخت آپس میں بہت مشابہت رکھتی ہے۔اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تمام جانور ایک ہی نقطے سے نکل کر ارتقائی منازل سے گزرے ہیں۔(23)

٦۔ جغرافیائی تقسیم:

پی۔ایل سلیٹر (P.L. Sclater) نے 1858ء میں واضح کیا کہ پوری دنیا کو جانوروں کی بنیاد پر چھ علاقوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔اس بات کو ویلس اور دوسروں نے بھی قبول کیا۔یہ علاقے درج ذیل ہیں:

◈ ایتھوپین۔ (Ethopian)

◈ اورینٹل۔ (Oriental)

◈ پیلے آرکٹک۔ (Palearctic)

◈ نی آرکٹک۔ (Nearctic)

◈ نیوٹراپیکل۔ (Neotrapical)

◈ آسٹریلین۔ (Australian)

ان میں سے دو علاقے "ایتھوپین"، اور "اورینٹل" میں زندہ رو کی وسیع اقسام ہیں۔"پیلے

آرکٹک'' اور'' نی آرکٹک'' میں جانوروں اور پودوں کی آبادی سخت آب وہوا کی وجہ سے کم ہے۔'' نیوٹراپیکل'' اور'' آسٹریلین'' دوسرے علاقوں سے الگ تھلگ ہیں جن کی وجہ سے ان میں جانوروں اور پودوں کی غیر معمولی اقسام ہیں۔

سمندری جزیروں پر جانوروں اور پودوں کی تقسیم'' نظریہ ارتقاء'' کیلئے مضبوط سہارا ہے۔ ڈارون نے'' بیگل'' میں سفر کے دوران خط استواء کے قریب ایک جزیرے'' کیپ ورڈےCape Verde'' کا بھی دورہ کیا تھا جو کہ افریقہ سے پرے واقع ہے۔ چند سالوں بعد ڈارون نے ساؤتھ افریقہ کے قریب واقع جزیرہ'' گیلا پیگاسGala Pagas'' کا سفر کیا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ان پر موجود جانور اور پودے کیپ ورڈے کے جانوروں اور پودوں سے بہت مختلف تھے لیکن وہ بنیادی طور پر مشابہت ضرور رکھتے تھے۔ اس سے وہ سوچنے پر مجبور ہوگیا کہ یہ تمام جاندار ایک ہی جد سے تھے۔ لیکن انہوں نے اپنے اپنے ماحول کی وجہ سے خود کو تبدیل کرلیا۔(24)

۷۔ قدیم حیاتیات اور ارتقاء:

''Fosslis'' کا علم ایک وسیع علم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض عوامل کی وجہ سے جو مخلوق مٹی اور پتھر کے نیچے دب کر مرگئی اس کے ڈھانچے تلاش کرنا۔ یہ علم ارتقاء کے بارے میں بہت بڑا ثبوت ہے۔ فوسلز کی دریافت سے ایسے جانوروں کے ڈھانچے سامنے آئے ہیں جو آج کی دنیا میں نہیں لیکن ان کے بنیادی خواص وہی تھے جو موجودہ جانوروں میں پائے جاتے ہیں۔ جیسے کی بلی کی جسامت جیسا فوسل جانور جو کہ 60 ملین سال پرانا ہے اس کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس جانور سے ہزاروں نسلوں کے بعد موجودہ دور کا گھوڑا وجود میں آیا ہے۔ اسی طرح کے ارتقائی مراحل ہاتھی، زرافے اور اونٹ کے بارے میں بھی ملی ہیں۔ فوسلز کی شہادتیں ظاہر کرتی ہیں کہ زندگی لاکھوں سالوں کے بعد ایک شکل سے دوسری شکل میں رفتہ رفتہ تبدیل ہوتی گئی۔(25)

۸۔ بچاؤ کیلئے ماحول سے مشابہت:

بہت سے جانوروں کا رنگ اور جسم ان کے ماحول سے بڑی مطابقت رکھتا ہے جس سے وہ اپنے ماحول میں مبہم اور غیر نمایاں ہوجاتے ہیں۔ یہ بات انہیں اپنے شکاریوں سے محفوظ رکھنے میں مدد دیتی ہے۔ یہ مظہر'' Protective Resemblance'' کہلاتا ہے۔ ارتقاء کا ایک ثبوت انگلینڈ میں بھنوروں پر

صنعتوں کے اثرات ہیں۔ صنعتوں کی توسیع سے پہلے بھنوروں کی ایک عام نسل "Biston Betularia" جس کے پروں اور جسم کا رنگ ہلکا تھا اوران پر گہرے نشان تھے۔ تاہم جب صنعتوں کو فروغ حاصل ہوا تو ان بھنوروں کا رنگ کوئلے کی طرح کالا ہو گیا۔ ان علاقوں میں جہاں صنعتی سرگرمیاں نہ ہوں درختوں کے تنوں پر کائی موجود ہوتی ہے چنانچہ ان پر موجود ہلکے رنگ والے بھنورے مدہم نظر آتے ہیں جبکہ صنعتی علاقوں میں زہریلی گیسوں کی وجہ سے کائی غائب ہو جاتی ہے۔ ان تنوں پر ہلکے رنگ والے بھنورے آسانی سے نظر آنے کی وجہ سے شکار ہو سکتے ہیں جبکہ اس الودہ ماحول میں گہرے رنگ کے بھنوروں کو اپنے شکاریوں سے بچنے کیلئے زیادہ مواقع حاصل ہو سکتے ہیں۔ لہذا ان بھنوروں نے اپنا رنگ ماحول کے مطابق تبدیل کرلیا۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رنگت کی تبدیلی بھی ارتقاء کے نظریے کو درست ثابت کرتی ہے۔(26)

نظریہ ارتقائے انسانی:

ڈارون نے نظریہ ارتقاء پیش کرنے کے 12 سال بعد 1871ء میں "The Descent of Man" کے نام سے کتاب لکھی جس میں اس نے انسانی ارتقاء کا نظریہ پیش کیا جو دراصل اس کے پرانے نظریے "نظریہ ارتقاء" جو اس نے "The Origin of Species" میں پیش کیا تھا، سے ہی ماخوذ تھا۔(27)

ڈارون نے اپنے نظریہ ارتقاء میں یہ ثابت کیا تھا کہ تمام جانداروں کا مبداء ایک ہی ہے۔ چنانچہ ان میں انسان بھی شامل ہے۔ اس کا یہ کہنا ہے کہ تمام جاندار مختلف ارتقائی منازل سے گزر کر موجودہ صورت میں آئے ہیں اور انسان بھی اصلاً اس صورت میں نہیں تھا جس طرح موجودہ دور میں ہے بلکہ اس نے بھی ارتقائی منازل کو طے کر کے موجودہ شکل اختیار کی ہے۔ ان مختلف منازل میں انسان جانوروں کے مشابہ تھا۔

ڈارون نے اپنے اس نظریے کو ثابت کرنے کیلئے مختلف ثبوت دیے جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ انسانی جسم میں دم کی ہڈی اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان کے آباؤ اجداد کی دم تھی لیکن آہستہ آہستہ یہ دم تو غائب ہو گئی لیکن اس کی ہڈی اب بھی مختصر حالت میں موجود ہے۔(28)

۲۔ ممالیہ جانوروں میں کانوں کے تین عضلات ہوتے ہیں۔ ان عضلات کی وجہ سے جانور اپنے بیرونی کان (Pinna) کو حرکت دے سکتے ہیں۔ یہی عضلات کم ترقی یافتہ حالت میں انسان میں بھی ملتے ہیں۔ لیکن انسان اپنے کانوں کو ہلا جلا نہیں سکتا۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے آباؤ اجداد اپنے کانوں کو ہلا جلا سکتے تھے لیکن آہستہ آہستہ یہ صلاحت ختم ہوتی گئی۔

۳۔ بہت سے جانوروں کی آنکھوں میں ایک تیسرا پوٹہ ہوتا ہے جسے حرکت دی جاسکتی ہے۔ یہ پوٹہ آنکھ کے ڈھیلے کی صفائی کرتا ہے۔ انسانی آنکھ میں بھی یہ پوٹہ مختصر طور پر نظر آتا ہے۔ لیکن کام نہیں کرتا۔ اس سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ انسان کے آباؤ اجداد میں یہ پوٹہ کام کرتا تھا۔(29)

۴۔ انسانی جسم خصوصاً چھاتی پر بالوں کی موجودگی یہ ثابت کرتی ہے کہ انسان اور بندر کے آباؤ اجداد ایک ہی تھے۔(30)

۵۔ تمام پستان والے جانور ماسوائے انسان، چار ٹانگوں پر چلتے ہیں اور جسم کو افقی حالت میں رکھتے ہیں اور یہ حالت پیٹ کے مختلف اعضاء کو تھامے رکھتی ہے۔ یہ پوزیشن افقی پوزیشن کے عین مطابق ہے۔ جبکہ انسان سیدھا کھڑا ہونے کیلئے اپنے جسم کو عمودی پوزیشن میں لے جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے وہ کئی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ مثلاً معدے کی گراوٹ، بچہ دانی کا پیشگی گر جانا اور ہرنیا جیسی بیماریاں شامل ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے آباؤ اجداد دونوں پاؤں اور ہاتھوں کی مدد سے چلنے والی مخلوق تھے۔(31)

۶۔ انسان اپنی جنیاتی حالت میں بہت سے جانوروں کی جنیاتی حالت سے مماثلت رکھتا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام جانور اور انسان کسی ایک ہی نقطے سے نکل کر ارتقاء کی مختلف منزلوں سے گزر چکے ہیں۔(32)

۷۔ انسانی بازو کا ڈھانچہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ ایک کتے کی اگلی ٹانگ یا سیل کا پر ہوتے ہیں۔ ایسی ہڈیاں پرندوں کے پروں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ یہ درست ہے کہ ہر نوع کی ہڈیاں مختلف ہوتی ہیں مگر ان کی بنیادی بناوٹ ایک جیسی ہوتی ہے۔ ڈارون کے مطابق یہ مشابہت اس بات کی متقاضی ہے کہ ان تمام انواع کے آباؤ اجداد ایک ہی ہیں جن سے ان سب انواع نے اپنے اگلے ہاتھ تھوڑی تبدیلی کے ساتھ پائے ہیں۔(33)

۸۔ انسان کے ڈھانچے کی تمام ہڈیاں، چمگادڑ اور سیل کے ساتھ ملتی جلتی ہیں اور اس کا ذہن بھی ویسا ہی ہے اس کے ذہن کی ہر تہہ اور ہر شگاف بالکل ویسا ہی جیسا کہ بن مانس کا ہوتا ہے۔(34)

۹۔ جانوروں اور انسان کے جسم میں ایک لمبی نلی ہوتی ہے جسے "Appendix" (اپنڈکس) کہا جاتا ہے۔ جانوروں میں یہ مفید کام سرانجام دیتی ہے اور زیادہ لمبی ہوتی ہے جبکہ انسان میں یہ کم لمبی ہوتی ہے اور اس کا کوئی کام بھی نہیں ہوتا بلکہ یہ نقصان دہ ہوسکتی ہے۔ اس کی وجہ سے ایک بیماری جسے اپنڈے سائٹس" "Appendicitis کہا جاتا ہے پیدا ہو جاتی ہے اور اسکے پھٹنے پر انسان مر بھی سکتا ہے۔ لہٰذا یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے آباؤ اجداد میں یہ نلی کام کرتی تھی لیکن رفتہ رفتہ یہ ناکارہ ہوتی گئی۔(35)

شاہ ولی اللہ کا نظریہ ارتقاء

تخلیق انسانی:

شاہ ولی اللہ نے اپنی تصانیف میں تخلیق انسان کو بھی موضوع بحث بنایا ہے۔اس کے بارے میں ان کے نظریات کا خلاصہ درج ذیل ہے:

- اللہ نے اپنے آپ کو عالم ناسوت میں ظاہر کرنے کیلئے زمین میں اپنا خلیفہ بنانے کا فیصلہ کیا۔
- ایسا خلیفہ جس میں قوت ملکیت اور قوت بہیمت جمع ہوں اور اس نوع (جنس) میں وسیع ارتفاقات اور اخلاق کاملہ ہوں۔(36)
- انسان معتدل مادہ ''جو تمام زمینوں کا مجموعہ تھا'' سے اللہ کے حکم سے پیدا ہوا۔
- ان مادوں کا خمیر اٹھا اور اس سے وہ پیدا ہوا۔(37)
- اللہ نے جب انسان کو تخلیق کیا تو اس سے پہلے تک اس کا کوئی نام ونشان نہیں تھا۔(38)
- آدمؑ (جو سب سے پہلے انسان تھے) کو وجود میں لانا پوری نوع کو وجود میں لانا تھا اور ان کی شخصیت پوری نوع پر حاوی ہوگئی۔
- پھر آدمؑ کی زوجہ (حوا) وجود پذیر ہوئیں۔(39)

نظریہ ارتقاء (ارتفاقات)

شاہ ولی اللہ عمرانی وسماجی علوم کے ماہر اور انسانی معاشرے کے عروج وزوال پر گہری نظر رکھنے والے تھے۔انہوں نے اپنی کتب میں اس کائنات ارضی وسماوی کے رموز واسرار، فلسفہ طبیعات ومابعد الطبیعات، تکوینی وتشریعی قوانین اور ان کی حکمتیں، کائنات میں انسان کی حیثیت اور انسانی معاشروں کی ترقی وتنزلی کے اصول اور اس طرح کے بے شمار موضوعات کو زیر بحث لایا ہے۔ان کے نظریات میں سے ایک اہم نظریہ ''نظریہ ارتقاء'' ہے جس کو وہ ارتفاقات کا نام دیتے ہیں۔اس نظریے میں وہ انسان کے اس دنیا میں آباد ہوجانے کے بعد اس کی سماجی یا عمرانی ترقی کو چار منازل میں پیش کرتے ہیں۔جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

ا۔ ارتفاق اول:

میدانی، کوہی، جنگلی، صحرائی اور برفانی علاقوں کے دیہات کے چھوٹے چھوٹے اجتماعات پیدا ہوئے۔ یہ بستیاں دور دور ہوئی تھیں اور مختلف بستیوں کے رہنے والے آپس میں بہت کم میل جول رکھتے

تھے۔ایسی حالت میں انسان ارتفاق کی پہلی منزل سے گزرا۔

اس منزل میں انسان نے شکار کے ذریعے بھوک مٹانے اور پانی کے حصول کیلئے مختلف طریقے اپنائے پھر کاشتکاری میں ترقی حاصل کی، پھر وہ کھانا پکا کر کھانے لگا اور بول چال کیلئے زبان پیدا کی پھر وہ حیوانوں کو اپنے تابع کرنے لگا اور ان کے چمڑے سے اپنے لئے لباس تیار کرنے لگا، درندوں سے حفاظت کیلئے لکڑی کے گھر بنا کر رہنے لگا۔ان کے علاوہ یہ بھی تصور پیدا ہوا کہ ہر مرد کیلئے بیوی مقرر ہو جس میں دوسرا مرد شریک نہ ہو۔(40)

شاہ ولی اللہ ارتفاق اول کے بارے میں اجمالی طور پر کہتے ہیں کہ:

"هو الذی لایمکن ان ینفک عنه اهل الا جتماعات القاصره کاهل البدوو سکان شواهق الجبال و النواحی البعیدة من الا قالیم الصالحة و هو الذی نسمیه بالارتفاق الاول"(41)

۲۔ ارتفاق دوم:

جب انسانی آبادی میں اضافہ ہوا تو اس نے بڑی بڑی بستیاں بسانا شروع کر دیں جس سے لوگوں کو آپس میں تعلقات استوار ہوئے جس سے افکار، مشاہدات اور تجربات کا آپس میں مبادلہ ہونے لگا۔بہت سے سوچنے والے ایک ہی بات کو زیادہ سے زیادہ اچھی شکل دینے کے طریقے سوچنے لگے۔بہت سے عقلمندوں نے رات کو روشنی پیدا کرنے کے طریقوں پر غور کیا۔جس کی وجہ سے مختلف طریقوں سے روشنی کی جانے لگی اور ان آداب کو ملحوظ رکھا گیا جو انسان کے کھانے پینے، لباس، خلوت وجلوت، نشست و برخاست، رہائش اور غم و خوشی سے تعلق رکھتے تھے۔اس طرح ارتفاق اول کے اعمال زیادہ بہتر طریقے سے سرانجام دیے جانے لگے۔انسانی شائستگی کے اس ترقی یافتہ دور کو ارتفاق دوم کہا جاتا ہے۔(42)

شاہ ولی اللہ اس بارے میں کہتے ہیں کہ:

"والثانی ماعلیه اهل الحضر والقری العامرة من الا قالیم الصالحة المستوجبة ان ینشا فیها اهل الا خلاق الفاضلة والحکماء فانه کثرهنا لک الا جتماعا ت و ازدحمت الحاجات و کثرت التجارب فا ستنبطت سنن جزیلة وعضوا علیها بالنواجذ و الطرف الا علیٰ من هذا الحد مایتعامله الملوک اهل الرفاهیة الکاملة الذین یر د علیهم حکماء الامم فینتحلون منهم سننا صالحة وهوالذی نسمیه بالا ارتفاق الثانی"(43)

شاہ ولی اللہ کے مطابق ارتفاق دوم کے علوم پانچ فنون پر مشتمل ہیں جو کہ یہ ہیں:

(۱) حکمت معاشیہ(Organistation of Livelihood):

یہ حکمت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان اپنے کھانے پینے لباس، رہن سہن، اٹھنے بیٹھنے، بات چیت کرنے اور چلنے پھرنے میں اچھی وضع کا پابند ہو جائے۔

(۲) حکمت اکتسابیہ(Originisation of Profession):

یہ حکمت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب بعض لوگ اپنی اپنی استعداد اور حالات کے مطابق کسی خاص پیشے میں مہارت پیدا کر لیتے ہیں۔ مثلاً کوئی کپڑا بننے کا ماہر بن جاتا ہے تو کوئی اناج پیدا کرنے لگتا ہے اور کوئی فن تعمیر کو پیشے کے طور اپنا لیتا ہے۔ اس طرح انسانی معاشرہ پیشوں کے لحاظ سے تقسیم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے بعض لوگ اپنے اپنے کاموں میں مہارت حاصل کر لیتے ہیں۔

(۳) حکمت منزلیہ(Organisation of Home):

یہ حکمت گھر بنا کر بیوی بچوں سمیت رہنے اور اقرباء اور دوستوں کے ساتھ حسن معاشرت سے پیش آنے سے وجود میں آتی ہے۔

(۴) حکمت تعاملیہ(Organisation of Trade):

یہ حکمت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب لوگ آپس میں مل جل کر رہتے ہیں تو لین دین اور خرید و فروخت، ادھار سے دینے اور رہن کرنے کی حاجت ہوتی ہے۔

(۵) حکمت تعاونیہ(Organisation of Co-operation):

انسانی اجتماع کے وسیع ہو جانے پر آپس میں ایک دوسرے کی مدد کی ضرورت پڑتی ہے تو مشترکہ کاروبار، کفالت و وکالت وغیرہ کے سلسلے میں حکمت تعاونیہ پیدا ہوتی ہے۔(44)

۳۔ ارتفاق سوم:

جب ارتفاق دوم کے ان اصولوں کے ساتھ انسان میں اچھے اور برے اخلاق شامل ہو جاتے ہیں تو مختلف شہروں کے مختلف باشندوں کے باہمی تعلقات کو بہتر طور پر قائم رکھنے کی ضرورت پیش آتی ہے اور ارتفاق سوم شروع ہو جاتا ہے۔ ارتفاق دوم کے اصول کی بناء پر انسان کیلئے شہریت لازم ہو جاتی ہے۔ شہریت اور تمدن اس باہمی ربط کا نام ہے جو بہت سے خاندانوں اور جماعتوں کے ایک جگہ رہنے سے پیدا ہوتا ہے۔ ان تمام جماعتوں میں باہمی تعاونات اور معاملات کے سبب ایک وحدت پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے شہر ایک

''شخص واحد''بن جاتا ہے۔شخص انسانی کی طرح اس شخص (یعنی معاشرہ) کی بھی کبھی داخلی اور کبھی بیرونی اسباب سے صحت خراب ہو جاتی ہے اوران بیماریوں سے بچنے کیلئے اس کو بھی انسان کی طرح ایک طبیب کی ضرورت پڑتی ہے جوشہری نظم ونسق کا کوئی نظام پیدا کرے تا کہ جولوگ ارتفاقات صالحہ کو بگاڑیں ان کو روکا جائے اورسزادی جائے۔اس قسم کے نظام کوقائم رکھنے کیلئے ٹیکس لگانے اوران کے جمع وخرچ کا بھی انتظام کرنا ہوتا ہے۔شہری زندگی کی اس حالت کوارتفاق سوم کہا جاتا ہے۔(45)

ارتفاق سوم کے بارے میں شاہ ولی اللہ کے الفاظ درج ذیل ہیں:

"ولما اکمل الا رتفاق الثانی اوجب ارتفا قا ثالثا و ذلک انهم لما دارت بینهم المعاملات و داخلها الشح والحسد والمطل و التجا حد نشات بینهم اختلاف ومنازعات وانهم نشافیهم من تغلب علیه الشهوات الردیئة اویجبل علی الجراء ة فی القتل و النهب وانهم کانت لهم ارتفاقات مشترکة النفع الا یطیق واحد منهم اقامتها اولا تسهل علیه اولا تسمح نفسه بها فاضطر واالی اقامة ملک یقضی بینهم بالعدل ویز جر عاصیهم ویقاوم جر یئهم و یجبی منهم الخراج ویصرفه فی مصرفه" (46)

۴۔ ارتفاق چہارم:

جب مختلف انسانی معاشروں میں ہر ایک حکومت ارتفاق سوم کے اصولوں کے مطابق مستحکم ہو جائے توزرومال جمع ہوجاتا ہےاورفوجی نظام بھی مکمل ہوجاتا ہےتوان معاشروں یااقوام کے درمیان جھگڑے، فسادات،عداوتیں اورجنگیں شروع ہو جاتی ہیں۔اورایسی بے شمار معاشرتی واخلاقی بیماریاں پیدا ہو جاتیں ہیں کہ جن کا علاج وہ خودنہیں کر سکتے۔اس کے لئے انہیں ایک ''طبیب اعظم'' کی ضرورت پڑ جاتی ہے جوکہ ایک بین الاقوامی نظام پیدا کر سکےاوران تمام بیماریوں کا خاتمہ کرنے کی صلاحت رکھتاہو۔(47)

اس ارتفاق کے بارے میں شاہ ولی اللہ کہتے ہیں:

"واوجب الارتفاق الثالث ارتفاقار ابعاوذلک انه لما انفرز کل ملک بمه ینته وجبی الیه الا موال وانضم الیه الا بطال وداخلهم الشح والحرص والحقد تشاجر وافیما بینهم وتقاتلو االضطرواالی اقامةالخلیفةاوالا نقیادلمن تسلط علیهم تسلط الخلافة الکبری"(48)

ارتفاقات کا وقوع:

شاہ ولی اللہ جہاں ارتفاقات کی تفصیل بتاتے ہیں وہیں وہ اس بات کی بھی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہ ارتفاقات کب وقوع پزیر ہوئے۔

ان کے نزدیک ارتفاق اول کے بانی حضرت آدمؑ تھے۔اس دور کے انسان نے کاشتکاری، حیوانوں کی تسخیر، کھانا پکانا، زبان دانی اور اسلوب کلام،نسل و تناسل اور عبادات وغیرہ کے طریقے وضع کیے۔(49)

حضرت ادریسؑ نے ارتفاق دوم کی طرف ترقی کی۔انسان نے طبیعی، الٰہیاتی علوم، علم نجوم، طب اور دیگر علوم پر دسترس حاصل کی۔اس دور کے لوگوں کی قوت تخیل بہت قوی تھی۔(50)

حضرت ادریسؑ کے بعد دور جاہلیت تھا جو حضرت نوحؑ پر آکر ختم ہوا۔(51)

حضرت نوحؑ کی قوم نے اپنے فسق کی وجہ سے ارتفاقات اور باہمی معاشرت و معیشت کے امور کو بگاڑ دیا۔(52)

حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ کی قوم اپنے فسق کی بناء پر عذاب الٰہی کا شکار ہوئی۔اس دور میں ارتفاقات میں نمایاں ترقی نہ ہوسکی۔(53)

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے دور میں ارتفاق دوم کو مزید ترقی دی اور مہمان نوازی، مسافر کے حقوق کی ادائیگی اور حیوانوں کو ذبح کر کے قرب الٰہی حاصل کرنے کا رواج ڈالا۔اس دور میں نجومیت، مجوسیت اور شرک کے باطل ہونے کا واضح اعلان ہوا۔(54)

حضرت موسیٰؑ کے دور میں تیسرا ارتفاق شروع ہوا۔(55)

حضرت سلیمانؑ کو اللہ کی طرف سے اپنے دور میں ارتفاق دوم کے ساتھ ارتفاق سوم بھی عطا کیا گیا۔(56)

حضرت محمد ﷺ کو اللہ نے ایسی سمجھ بوجھ عطا کی تھی جس کی وجہ سے آپ ﷺ ارتفاقات سے مکمل طور پر واقفیت رکھتے تھے اور آپ ﷺ نے اسلامی سوسائٹی کو انہی خطوط پر استوار کیا اور آئندہ اس کی ترقی کیلئے بھی یہی بنیادیں فراہم کیں۔اس دور میں آداب معیشت، تدبیر منزل، باہمی معاملات، سیاست مدن اور امت و قوم کی سیاست وغیرہ میں خاصی ترقی ہوئی۔اس دور میں قرآن کریم کا نزول ہوا، بیت اللہ کا طواف احکام الٰہی کے ساتھ شروع کیا گیا۔اور آپ ﷺ نے اصحابؓ کی بڑی جماعت کے ساتھ اسلام کی اشاعت

کی۔(57)

شاہ ولی اللہ کے بقول حضرت محمد ﷺ ہر لحاظ سے کامل و اکمل ہستی تھے۔(58) حضور ﷺ مفہم من اللہ تھے۔(59) آپ ﷺ کے نفس اور اس کے جمیع متعلقات کو عظیم برکت عطا ہوئی تھی۔(60) حضور ﷺ کا دور بہت ہی آئیڈیل دور تھا۔ جس میں چوتھے ارتفاق کی تمام بنیادیں فراہم کر دیں گئیں اور شاہ ولی اللہ کے نزدیک انسانی ترقی کا چوتھا مرحلہ اسلام کے تحت ہی مکمل ہوگا۔(61)

اسلام آخری دین ہے اور اس میں تمام اچھائی اور تحریک جمع ہے اسلام انسانیت کے تمام مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ اس لئے انسانی ارتقاء کا چوتھا مرحلہ اسلام کے تحت تکمیل پذیر ہوگا۔ شاہ ولی اللہ کے نزدیک خلافت راشدہ مستقبل کیلئے ایک ماڈل ہے۔ اس لئے مستقبل کی بہترین ریاست بھی خلافت یعنی خلافت کبریٰ ہوگی۔ خلافت کبریٰ (یعنی آفاقی خلافت) کا مقصد تمام دنیا کو ایک ملت قصویٰ (یعنی مرکزی اسلامی حکومت) میں ڈھال دینا ہوگا۔(62)

حقیقت انسان:

شاہ ولی اللہ نے اپنی تصانیف میں حقیقت انسان پر بھی خاصی بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ انسان کو دوسرے حیوانات پر واضح برتری حاصل ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ:

”انسان قوت نطق و گویائی رکھتا ہے، قوت عقل و ادارک رکھتا ہے، ارتفاق کامل کی تدابیر نافعہ کی جبلی استعداد رکھتا ہے اور (اپنے خالق حقیقی سے) قرب حاصل کرنے کے بہترین طریقوں اور صفات الٰہیہ سے مکمل اتصاف کی فطری و الہامی قوت رکھتا ہے۔ انواع حیوانات میں سب سے اشرف اور افضل یہی انسان ہے۔“(63)

شاہ ولی اللہ کے نزدیک انسان دو صورتوں میں دوسرے حیوانات سے ممتاز نظر آتا ہے۔

- ظاہری صورت۔
- باطنی صورت۔

ظاہری صورت:

اس صورت میں وہ اپنی بناوٹ، شکل و صورت، رنگ اور آواز میں دیگر مخلوقات سے مختلف ہے۔، مثلاً انسان کی قدوقامت سیدھی ہوتی ہے، وہ بول سکتا ہے، سمجھ سکتا ہے، بالوں سے صاف ستھری جلد رکھتا ہے۔ اس کے برعکس گھوڑا ہنہناتا ہے، گھنے بالوں کا مالک ہے۔ اسی طرح دوسرے جانوروں کی بھی اپنی اپنی خصلتیں

ہیں۔

باطنی صورت:

اس صورت میں انسان اس طرح امتیاز حاصل کرتا ہے کہ اللہ نے اسے قوت ادارک اور معلومات و محسوسات کے ذریعے سے مجہولات کا علم حاصل کرنے کی استعداد سے نواز ہے۔(64)

انسان کو اس صورت میں تین خصوصیات حاصل ہیں؛

ا: انسان کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف بھوک پیاس مٹانا ور صنفی خواہشات کو پورا کرنا نہیں ہے بلکہ وہ ایسے کاموں کیلئے بھی محنت اور مشقت کرتا ہے جن کا مقصد آخرت میں فلاح حاصل کرنا یا دنیا میں ارتقاقات کی تشکیل دینا ہوتا ہے۔اس کے برعکس دوسرے تمام جانور صرف اور صرف بھوک پیاس مٹانے اور صنفی خواہشات کی تکمیل کرنے میں اپنی ساری زندگی گزار دیتے ہیں۔

۲: انسان کی دوسری امتیازی خصوصیات اسکا سلیقہ شعار ہونا اور حس لطافت وزیبائش کا حامل ہونا ہے۔چوپایہ بھوک اور پیاس کی شدت سے بچنے کیلئے غلیظ گھاس اور گندا پانی پی لیتا ہے۔اور گرمی یا سردی سے بچنے کیلئے کسی سایہ دار درخت یا غار میں پناہ لینے پر اکتفا کرتا ہے۔جبکہ انسان اپنی ان ضروریات کو پورا کرنے کیلئے کم درجے کے اقدامات پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ اس میں اپنے جمالیاتی ذوق کا پورا پورا خیال رکھتا ہے اور اس میں لطافت وزیبائش کو مدنظر رکھتا ہے۔

۳: انسان کو دوسرے حیوانوں پر تیسری امتیازی خصوصیت یہ حاصل ہے ۔انسان ہمہ وقت علم کے حصول میں کوشاں رہتا ہے اور اپنے فنون سے دینوی، تہذیبی اور تمدنی زندگی کو ترقی دیتا ہے۔جبکہ دوسرے حیوانات کو علم حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ان میں صرف الہامی جبلت ہوتی ہے جو ضرورت پڑنے پر ان کے کام آتی ہے۔(65)

شاہ ولی اللہ اور ڈارون کا نظریہ ہائے ارتقاء کا تقابلی جائزہ

ڈارون اور شاہ ولی اللہ کے نظریات کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد درج ذیل سطور میں ان کا تقابلی جائزہ لیا جاتا ہے۔

﴿1﴾ ڈارون کا نظریہ ارتقاء سائنسی ہے اور سائنسی طریق کار کو اختیار کرتے ہوئے، ظن وتخمین پر مفروضہ کی بنیاد رکھتے ہوئے اس کے حق میں حیاتیاتی (Biological) دلائل دے کر اس کو ثابت کیا گیا ہے۔جبکہ

شاہ ولی اللہ کا نظریہ ارتقاء عمرانی اور ٹھوس تاریخی حقائق اور کئی انسانی نسلوں کے بار بار کے مشاہدات کے بعد وجود پذیر ہوا۔

﴿2﴾ ڈارون کا تعلق عیسائی مذہب سے تھا اور عیسائیت زندگی کے تمام معاملات سے بحث نہیں کرتی۔ جبکہ شاہ ولی اللہ مذہب اسلام سے تعلق رکھتے تھے اور اسلام زندگی کے تمام معاملات پر بحث کرتا ہے اور پوری زندگی کو اپنے زیر نگین لانا چاہتا ہے اور مذہب لوگوں کا ذاتی معاملہ ہرگز نہیں ہے۔ چنانچہ وہ ارتقاء انسانی کو مذہب کے نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں۔

﴿3﴾ ڈارون ذاتی زندگی میں پہلے مذہبی، پھر متشکک اور پھر مذہب سے مکمل طور پر منحرف ہو گیا۔ گویا وہ ذہنی اور مذہبی اعتبار سے مختلف کیفیتوں سے گزرا اور اسے کہیں بھی استحکام و استقلال حاصل نہیں ہوا۔ جبکہ شاہ ولی اللہ مذہبی تھے اور اپنی مجموعی زندگی میں مستحکم نظریات پر قائم رہے۔

﴿4﴾ ڈارون نے اپنے نظریہ میں ساری مخلوقات کا ذکر کیا ہے کہ وہ کس طرح ارتقائی منازل طے کر کے موجودہ شکل میں آئی ہیں اور ان مخلوقات میں سے انسان بھی ہے۔ جبکہ شاہ ولی اللہ اپنے نظریہ ارتقاء میں صرف انسان اور انسانی زندگی کے بارے میں بحث کرتے ہیں۔

﴿5﴾ ڈارون کا نظریہ ارتقاء انسان کے جسمانی مدراج اور موجودہ شکل وصورت کے واضح ہونے تک کی بحث کرتا ہے۔ جبکہ شاہ ولی اللہ کا نظریہ انسان کے پیدا ہو جانے کے بعد اس کی معاشرتی زندگی کے بارے میں بحث کرتا ہے۔

﴿6﴾ ڈارون کے نظریہ ارتقاء کے بغور مطالعے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تمام جانور اور انسان ایک ہی قسم کی جنس سے ہیں اور انہوں نے بعد میں مختلف اشکال ماحول کے مطابق اختیار کی ہیں۔ جبکہ شاہ ولی اللہ کے مطابق تمام جاندار ایک ہی قسم کی جنس سے نہیں ہیں کیونکہ اگر ان کا مبداء ایک ہی ہوتا ہے تو تمام مخلوقات ایک ہی مخلوق ہوتے یعنی یا تو تمام پودے ہوتے یا ایک ہی قسم کے جانور ہوتے یا پھر تمام کے تمام انسان ہوتے۔ ان موجودات کا مختلف ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ان سب کا مبداء ایک نہیں۔(63)

﴿7﴾ ڈارون کے نظریہ کے مطابق انسان اصلاً انسان نہیں بلکہ وہ مختلف جانوروں کی ارتقائی منازل طے کر کے موجودہ شکل میں آیا ہے۔ جبکہ شاہ ولی اللہ کے نزدیک انسان اصلاً انسان ہی ہے اور یہ مختلف جانوروں کی ارتقائی منازل سے گزر کر موجودہ شکل میں نہیں آیا۔ اس کا اظہار وہ یوں کرتے ہیں:

''تعریف اس اللہ کی جس نے انسان کو پیدا کیا حالانکہ اس سے قبل عالم وجود میں اس کا نام ونشان

تک نہ تھا۔''(67)

اس بات سے وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ جب انسان اپنی موجودہ شکل وصورت میں نہ تھا تو اس سے پہلے وہ کسی اور شکل میں بھی نہیں تھا۔ کیونکہ جب اس کی تخلیق ہوئی تو وہ اسی شکل میں تھا جس شکل میں وہ آج ہے۔

﴿8﴾ ڈارون نے انسان کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے اس کے جسمانی اعضاء کو مختلف جانوروں کے اعضاء سے تشبیہ دی ہے مثلاً انسانی چھاتی پر بالوں کی موجودگی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے آباؤ اجداد بندر تھے(68)۔ انسان کی جینیاتی حالت مختلف جانوروں کی جینیاتی حالت سے ملتی جلتی ہے(69)۔ انسانی ہڈیاں مختلف جانوروں کی ہڈیوں سے مشابہت رکھتی ہیں مثلاً انسانی ریڑھ کی ہڈی کا آخری سرا جانوروں کی دم کی ترقی پذیر صورت ہے(70)۔ اس طرح سے ڈراون نے یہ ثابت کیا کہ انسان مختلف جانوروں کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ جبکہ شاہ ولی اللہ انسان کی پیدائش کے متعلق کہتے ہیں کہ:

''انسان معتدل مادہ سے جو تمام زمینوں کا مجموعہ تھا، اللہ کے حکم سے پیدا ہوا۔ ان مادوں کا خمیر اٹھا اور اس سے وہ پیدا ہوا''(71)۔ اللہ نے جب انسان کو تخلیق کیا تو اس سے پہلے اس کا کوئی نام ونشان تک نہ تھا(72)۔ پھر آدمؑ (جو سب سے پہلے انسان تھے) کی زوجہ (حوا) وجود پذیر ہوئی(73)۔ ان کے نزدیک انسان پہلے دن سے مکمل انسان ہی پیدا ہوا۔ جب اس میں زندگی کی روح پھونگی گئی تو وہ اسی طرح تھا جس طرح وہ آج ہے۔ گویا کہ انسان کے آباء بھی انسان ہی تھے نہ کہ جانور۔

﴿9﴾ ڈارون کے نظریہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انسان اور جانوروں کی بنیادی چیزوں میں زیادہ فرق نہیں۔ انسان اگرچہ جانوروں کی ترقی یافتہ شکل ہے لیکن بنیادی طور پر وہ ایک جانور ہی ہے۔ اس لئے ہر لحاظ سے وہ جانوروں سے کچھ ہی بہتر ہے۔ جبکہ شاہ ولی اللہ کے نظریہ کے مطابق انسان اور جانور دو بالکل جدا جدا مخلوقات ہیں اور انسان ہر لحاظ سے ممتاز نظر آتا ہے مثلاً وہ جانوروں سے ذہنی وجسمانی اور ظاہری شکل و صورت میں مختلف ہے اور باطنی لحاظ سے بھی اسے جانوروں پر امتیاز حاصل ہے(74)۔ انسان کو جانوروں پر باطنی لحاظ سے تین خصوصیات حاصل ہیں جن سے وہ جانوروں سے ممتاز نظر آتا ہے۔

۱۔ انسان کی زندگی کا مقصد صرف بھوک پیاس مٹانا اور صنفی خواہشات کو پورا کرنا نہیں ہے۔ وہ آخرت میں فلاح حاصل کرنے اور دنیا میں ارتفاقات کی تشکیل کیلئے بھی سرگرداں رہتا ہے۔ جبکہ جانور صرف اور صرف بھوک پیاس اور صنفی خواہشات کو پورا کرنے میں ہی ساری زندگی گزار دیتے ہیں۔

۲۔ انسان سلیقہ شعار ہے اور حسِ لطافت وزیبائش رکھتا ہے جبکہ جانوروں میں ایسی کوئی خصوصیت نہیں

پائی جاتی۔

۳۔ انسان ہمہ وقت علم کے حصول کیلئے مصروف رہتا ہے۔ جبکہ جانوروں میں یہ خصوصیت نہیں۔ انسان اپنی ضرورت کے اعتبار سے انہیں سدھا سکتا ہے خود سے ان میں ایسا کوئی داعیہ نہیں ہے۔ (75)

﴿10﴾ اگر چہ ڈارون کا تعلق عیسائی مذہب سے تھا لیکن اس کا نظریہ "مذہب عیسائیت" سے بغاوت کرتا نظر آتا ہے۔ کیونکہ عیسائیوں کی مقدس کتاب "بائبل" میں انسان کی پیدائش کا جو ذکر کیا گیا ہے یہ نظریہ اس کی نفی کرتا ہے۔ بائبل کی آیات درج ذیل ہیں:

"یہ ہے آسمان اور زمین کی پیدائش جب وہ خلق ہوئے۔ جس وقت خداوند خدا نے زمین اور آسمان کو بنایا اور زمین پر اب تک کھیت کا کوئی پودا نہ تھا اور نہ ہی میدان کی کوئی سبزی اب تک اگی تھی۔ کیونکہ خداوند خدا نے زمین پر پانی نہیں برسایا تھا اور نہ زمین جوتنے کو کوئی انسان تھا بلکہ زمین سے کہر اٹھتی اور تمام روئے زمین کو سیراب کرتی تھی اور خداوند خدا نے زمین کی مٹی سے انسان کو بنایا اور اس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا تو انسان جیتی جان ہوا۔" (76)۔

بائبل کی ان آیات اور ڈارون کے نظریے میں واضح تضاد نظر آتا ہے۔ کیونکہ بائبل کی آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان مٹی سے پیدا ہوا اور اپنی موجودہ شکل سے پہلے وہ عالم وجود میں ہی نہیں تھا۔ جبکہ دوسری طرف شاہ ولی اللہ مسلمان تھے اور ان کا نظریہ اسلام کے عین مطابق ہے۔ ان کے نزدیک انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے اور قرآن مجید سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ انسان مٹی سے تخلیق ہوا۔ قرآن پاک کی آیات درج ذیل ہیں:

﴿الذی احسن کل شی ء خلقه وبداخلق الانسان من طین . ثم جعل نسله من سللة من ماء مهین . ثم سوه ونفخ فیه من روحه وجعل لکم السمع والا بصار والا فئده قیلاً ماتشکرون﴾ (77)

ترجمہ: "(اللہ) جس نے ہر چیز کو جسے پیدا کیا، بہت اچھا پیدا کیا اور انسان کی پیدائش کی ابتداء مٹی سے کی پھر اس کی نسل کو ایک حقیر پانی کے خلاصے سے قرار دیا۔ پھر اس کو ٹھیک ٹھاک کیا اور اپنی (پیدا کی ہوئی) روح اس میں پھونک دی اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنا دیئے تم شکر ہی تھوڑا ادا کرتے ہو"۔

چنانچہ بائبل کی مندرجہ بالا آیات، قرآن کی ان آیات اور شاہ ولی اللہ کے نظریے میں کوئی تضاد نہیں آتا۔

﴿11﴾ ڈارون کا نظریہ انسان کو جانوروں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے سفلی جذبات اور منفی رجحانات و سرگرمیوں کی طرف مائل کرنے کا باعث بنتا ہے۔ جبکہ شاہ ولی اللہ کا نظریہ انسان اور انسانی معاشرے میں صحت مند سرگرمیوں اور رجحانات کی تقویت کا باعث بنتا ہے۔ نیز مثبت سمت اور عظمت کی طرف سفر کرنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

﴿12﴾ سائنس کا یہ اصول ہے کہ اس کا کوئی بھی نظریہ دیرپا نہیں ہوتا کیونکہ پہلے کسی بھی چیز کیلئے مفروضہ قائم کیا جاتا ہے۔ اسکے بعد اس پر استنباط کیا جاتا ہے۔ پھر اس کا تجزیہ کرنے کے بعد نظریہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس تمام عمل کے مکمل ہونے کے بعد یہ عمل اس وقت دوبارہ شروع ہو جاتا ہے جب کوئی دوسرا سائنسدان اس نظریے پر پھر مفروضہ قائم کر کے اس پر استنباط کرتا ہے۔ پھر تجزیہ کر کے نیا نظریہ پیش کر دیتا ہے اور پہلا نظریہ غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ اس طرح کوئی بھی نظریہ ابدی اور پائیدار نہیں رہتا۔

چنانچہ سائنس کے مندرجہ بالا اصول کو کام میں لاتے ہوئے ڈارون کے نظریے کو متعدد سائنسدانوں نے غلط قرار دے دیا ہے۔ جبکہ عمرانی نظریہ سائنسی نظریے کے برعکس پائیدار اور ابدی ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق زندگی کے ٹھوس حقائق سے ہوتا ہے۔ جن میں کسی بھی قسم کے شک کا امکان نہیں ہوتا کہ اس نظریے پر کوئی مفروضہ قائم کر کے نیا نظریہ پیش کیا جا سکے۔ یہ عمل مسلسل نسلوں، قوموں، ملکوں اور معاشروں میں بار بار اسی طرح وقوع پذیر ہوتا ہے اور اس کا وہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے جو کہ پہلے تھا۔

نتیجہ بحث:

ڈارون اور شاہ ولی اللہ کے نظریات کا تقابلی جائزہ لینے کے بعد یہ صورت حال سامنے آتی ہے کہ ڈارون کا نظریہ ارتقاء اپنے تمام تر اچھے پن اور حاصل ہونے والے نتائج کے اعتبار سے شاہ ولی اللہ کے ارتفاق اول کے بھی ابتدائی درجہ میں ہی شمار کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ڈارون کا نظریہ انسان کے جسمانی مدارج اور موجودہ شکل وصورت کے واضح ہونے تک کے مفروضہ پر مبنی ہے۔ جبکہ شاہ ولی اللہ کا نظریہ انسان کی بطور انسان تخلیق اور پھر پیدائش کے بعد کی زندگی پر بحث کرتا ہے۔

شاہ ولی اللہ نے اپنے نظریے میں ٹھوس حقائق پیش کیے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے نظریہ میں کسی بھی مذہب کی تعلیمات کی خلاف ورزی نظر نہیں آتی۔ اس لیئے ان کے اس نظریے میں بظاہر نہ کوئی خامی نظر آتی ہے اور نہ ہی کسی دوسرے مفکر نے ان کے اس نظریے کو چیلنج کیا ہے۔ جبکہ ڈارون کا نظریہ سائنسی ہونے کی وجہ سے محض ظنی و تخمینی ہے۔ اس کے علاوہ یہ نظریہ مذہب سے بھی بغاوت کرتا ہے۔ چنانچہ اسلام سمیت عیسائی،

یہودی اور دیگر مذاہب کے علماء نے بھی اس پر سخت اعتراضات کیے اور اس نظریے کو مذہب کے خلاف قرار دیا۔ نیز اس نظریے کو بہت سے مغربی مفکرین اور مسلمان مفکرین نے سائنس کی رو سے بھی غلط ثابت کر دکھایا ہے۔

اس لحاظ سے ڈارون کے نظریہ ارتقاء کے مقابلہ میں شاہ ولی اللہ کے نظریہ ارتقاء کا پلہ بھاری نظر آتا ہے۔لیکن ڈارون کے نظریے کی اہمیت بھی کچھ کم نہیں ہے۔اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس تقابل سے خواہ جو بھی نتیجہ نکلتا ہو بحر حال ان دونوں مفکرین کے نظریات نے ان کے اپنے ادوار اور بعد میں آنے والے زمانوں بالخصوص عصر حاضر کے علمی وسائنسی میدان میں دوررس نتائج مرتب کیئے ہیں۔شاہ ولی اللہ نے تقلید، جمود اور زوال کے دور میں اجتہاد، امید اور عروج حاصل کرنے کا فلسفہ دے کر ملتِ اسلامیہ کی خدمت کی اور آج بھی ان کے نظریات خلافتِ کبریٰ کے قیام کیلئے مسلمانوں کیلئے سرمایہ حیات کا درجہ رکھتے ہیں۔جبکہ ڈارون کے نظریات نے موجودہ سائنسی ترقی کی بنیاد فراہم کی ہیں اور اس کے نظریہ ارتقاء اور دیگر نظریات کی بنیاد پر ہی سائنس کے میدان بالخصوص بیالوجی میں روز افزوں ترقی ممکن ہوئی ہے۔

مراجع ومصادر

(1) Ward. A. Jack & Hetzel, R. Howard, "Biology Today & Tomorrow" west Publishing Co. New York, 1981, p.317.

(2) Huxley, Julian, "The living Thoughts of Darwin" Cassell & Co. London, 1958, p.8.

(3) "Biology Today & Tomorrow" P. 318.

(4) Strausbaugh, D, Perry & Weimer, R. Bernal, "General Biology" John Wiley & Sons Inc. New Yark, 1948, P. 623.

(5) "Biology Today & Tomorrow" P. 320.

(6) Mc Clearn, E.G. & Defries, C. J "Introduction to Behavioral Genetics" W.H. Freeman & Co, San Francisco, 1973, P.7

(7) "Biology Today & Tomorrow" P. 322-23

8: (i) جلبانی، غلام حسین ''شاہ ولی اللہ کی تعلیم'' شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدرآباد، 1963، ص 1۔

(ii) قادری، محمد ایوب، ''تذکرہ علمائے ہند'' پاکستان، ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی، 1961ء، ص 842۔

9: محمد رضا خان، پروفیسر، ''تاریخ مسلمانان عالم'' علمی کتاب خانہ، اردو بازار لاہور، 1994، ص 850۔

10: شاہ ولی اللہ ''سطعات'' مقدمہ (ترجمہ مولانا سید متین ہاشمی) ادارہ ثقافت اور اسلامیہ لاہور، 1986ء، ص۔5۔

11: محمد سرور، ''ارمغان شاہ ولی اللہ'' ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1982ء، ص، 451۔

12: شاہ ولی اللہ، ''حجۃ اللہ البالغہ'' مع متن (ترجمہ: عبدالحق حقانی)، نور محمد اصح المطابع وکار خانہ کتب کراچی، 1302ھ، ص: ف۔

13: (i) سطعات، مقدمہ، ص 6، (ii) ''ارمغان شاہ ولی اللہ'' ص 452۔ (iii) ''تذکرہ علمائے ہند'' ص۔842۔

14: (i) محمد بشیر احمد، ''تاریخ پاک وہند'' علمی کتاب خانہ لاہور، ت ن، ص 719,721۔

(ii) سطعات، مقدمہ، ص 10۔ (iii) تاریخ مسلمانان عالم۔ ص 850۔

(iv) گیلانی ''مناظر احسن'' علامہ، ''تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ'' بساطِ ادب لاہور، 1956ء، ص 13-14۔

:15 (i) ارمغان شاہ ولی اللہ، ص 84 (ii) حجۃ اللہ البالغہ، ص 83 تا 94

:16 (i) شاہ ولی اللہ، "تاویل الاحادیث" اردو ترجمہ بعنوان قصص الانبیاء از غلام مصطفیٰ قاسمی، شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدرآباد 1991ء، ص 58-56۔ (ii) شاہ ولی اللہ، "البدر والبازغۃ" اردو ترجمہ از قاضی مجیب الرحمٰن، ادارہ مطبوعات لاہور، ت ن، ص 27۔

:17 حجۃ اللہ البالغہ، ص 16۔

(18) (i) Ritchis, D. Donald & Carola, Robert "Biology" Addition-Wesley Publishing Co. New Yark, 1982, P 509.
(ii) Darwin, Charles "The Origin of Species" (Forwards by: Gaylord Simpson), Collier Books, New Yark, 1962, P. 78-79.
(iii) "The Living Thoughts of Darwin" P.73-74.
(iv) Keeton. T. William "Biological Science" W.W. Norton & Company New Yark, 1980 , P. 12.
(v) فضل کریم ڈاکٹر پروفیسر "قرآن اور جدید سائنس" فیروز سنز لمیٹڈ لاہور۔ 1999ء ص 132۔

(19) (i) "General Biology" P. 627
(ii) "قرآن اور جدید سائنس" ص 125

(20) (i) "General Biology" P. 628.
(ii) "قرآن اور جدید سائنس" ص 125,126
(iii) "Biology Today & Tomorrow" , P. 337.
(iv) Mufti, Shehzad Ahmed. Dr. "Biology" Punjab Text Book Board Lahore. P. 201.

(21) IBID P.203,204.

:22 "قرآن اور جدید سائنس" ص 127 تا 129۔

(23) (i) "General Biology" P. 631,32
(ii) "Biology Today & Tomorrow" P. 338.

(24) (i) Mufti Shehzad Ahmed, Dr. Biology. P. 207-8.
(ii) "General Biology" P. 642 to 645.

(25) (i) IBID . P. 364-35
(ii) Biology Today & tomorrow P. 338-39.
(iii) Mufti, Shehzad Ahmed. Dr. Biology. P. 204-5

(26) Biology Today & Tomorrow. P. 357 to 359.

(27) Case, F. James "Biology" Mec Millian Publishing Co. Inc. New Yark, 1979, P.309.

28: ''قرآن اور جدید سائنس'' ص۔128.

(29) "Biology Today and Towmorrow" P. 339-40.

(30) "The Living Thoughts of Darwin" P. 54

31: ''قرآن اور جدید سائنس'' ص129۔

(32) "General Biology" P. 629,30

(33) "Biological Science", P.8.

(34) Case, F. James "Biology" P. 310.

(35) "Biology Today & Tomorrow" P.340.

36: تاویل الاحادیث، ص57-56۔

37: ایضاً ص 58۔

38: البدروالبازغہ، ص27۔

39: تاویل الاحادیث، ص50 تا 60۔

40: (i) حجۃ اللہ البالغہ، ص83۔

(ii) شاہ ولی اللہ کی تعلیم ،ص۔231۔

41: ''حجۃ اللہ البالغہ'' س. 81

42: (i) ایضاً ص84 تا 90

(ii) ''شاہ ولی اللہ کی تعلیم'' ص236-237۔

43: ''حجۃ اللہ البالغہ'' ص81۔

44: ''البدروالبازغہ'' ص102-103۔

45: (i) ''حجۃ اللہ البالغہ'' ص90 تا 94۔

(ii) ''شاہ ولی اللہ کی تعلیم'' ص244 تا 250۔

46: ''حجۃ اللہ البالغہ'' ص 82۔

47: ''البدروالبالغہ'' ص104-105۔

48: ''حجۃ اللہ البالغہ'' ص82۔

49: ''تاویل الاحادیث'' ص63-64۔

50: ایضاً ص64۔

51: ولی اللہ، شاہ ''التفہیمات الالٰھیہ'' مدینہ برقی پریس بجنور، انڈیا، 1976ء ض۔1، ص75۔

52: ''تاویل الاحادیث'' ص65

53: ایضاً ص68تا. 70۔

54: ایضاًص 78تا81۔

55: ''التفہیمات الالٰھیہ'' ص75۔

56: ''تاویل الاحادیث'' ص127۔

57: ایضاً ص146تا150۔

58: ایضاً ص56تا155۔

59: ایضاً ص 64۔

60: ایضاً ص 166-167۔

61: ایضاً ص143تا176۔

62: ایضاً ص ایضاً۔

63: ''البدروالبازغۃ'' ص 46-47۔

64: ایضاً ص 73-74۔

65: ایضاً ص 75-76۔۔

66: ''البدروالبازغۃ'' ص61۔

67: ایضاً ص 27۔

(68) "The Living Thoughts of Darwin" P.54

(69) "General Biology" P. 629-630.

70: ''قرآن اور جدید سائنس'' ص 128۔

71: ''تاویل الاحادیث'' ص 58۔

72: ''البدروالبازغۃ'' ص 27۔

73: ''تاویل الاحادیث'' ص 60۔

74: ''البدروالبازغۃ'' ص 73-74۔

75: ایضاً ص 75-76۔

76: ''کتاب مقدس یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ'' کتاب پیدائش، باب 2، آیات نمبر4تا7، پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور، ریوائزڈ ورژن 93/95،ص6۔

77: ''سورۃ السجدہ'' آیات نمبر 6 تا 8 ۔